حدیث — اُصول، تخریج، تدریس☆

خالد سیف اللہ رحمانی

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين .

جناب صدر، مہمان معزز، علماء کرام اور طلبۂ عزیز! تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما کتاب الله وسنتي''(۱) ان دونوں مصادر شریعت میں سے جہاں کتاب اللہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ استناد کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے اور اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہے؛ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ''(الحجر:۹) اور جس کے شک وشبہ سے بالاتر ہونے کی خود قرآن مجید نے صراحت کی ہے''ذٰلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيْهِ ''(البقرۃ:۲) وہیں حدیث کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہ قرآن مجید کا بیان اور شریعت اسلامی کی توضیح وتفسیر ہے؛ اسی لئے امام اوزاعیؒ نے فرمایا: ''الكتاب أحوج إلى السنة من السنة إلى الكتاب ''
حدیث کی اسی اہمیت کی وجہ سے اسے ہر عہد کے اصحابِ نظر علماء اور محققین کی خصوصی توجہ حاصل رہی ہے اور دوسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی تک کوئی عہد ایسا نہیں گذرا، جس میں حدیث کے مختلف پہلوؤں پر، اس عہد کی ضرورتوں کے مطابق بہت سی تصنیفات منظر عام پر نہیں آئی ہوں، روایت وتدریس اور تصنیف وتحقیق غرض ہر پہلو سے اس فن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی گئی ہے کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ جس چیز سے انسانیت کا نفع متعلق ہوتا ہے، اسے باقی رکھتے ہیں اور جن چیزوں سے انسانیت کا نفع متعلق نہیں ہوتا، وہ بہ تدریج ختم ہو جاتی ہیں، جب بارش کا موسم آتا ہے تو کتنے ہی خودرو پودے زمین میں اُگ آتے ہیں؛ مگر برسات کے گذرتے ہی یہ پودے آہستہ آہستہ ختم ہو جاتے ہیں؛ لیکن جو

☆ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں تخریج حدیث کے موضوع پر ایک ورکشاپ کا انعقاد عمل میں آیا تھا، یہ اس کا ''خطبۂ افتتاحیہ'' ہے۔
(۱) كنز العمال ، الاعتصام بالكتاب والسنة، حدیث نمبر:۸۷۶۔

پودے انسان کے لئے مفید ہوتے ہیں، ان کی عمر دراز ہوتی ہے؛ بلکہ بعض کی عمر تو سو سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح جن جانوروں سے انسان کی غذا اور دوسرے مفادات متعلق ہوتے ہیں، باوجودیکہ وہ کثیر مقدار میں ذبح کئے جاتے ہیں؛ لیکن ان کی نسلیں بڑھتی رہتی ہیں، جیسے گائیں اور بکرے، اور جن جانوروں سے انسان کا مفاد متعلق نہیں ہے، ان کی نسلیں گھٹتی اور ختم ہوتی جارہی ہیں، اگرچہ کہ وہ طاقتور ہیں اور آپ اپنی حفاظت کی صلاحیت رکھتے ہیں، جیسے: شیر، مذاہب اور مذہبی شخصیتوں کے سلسلے میں بھی قدرت کا یہی نظام کارفرما ہے، جن مذہبی کتابوں سے اب انسان کی ہدایت متعلق نہیں رہی، وہ محفوظ نہیں رہیں اور وہ انسانی آمیزشوں اور ملاوٹوں کا شکار بن گئیں، اسی طرح ان مذہبی پیشواؤں کی سیرت بھی اپنی حقیقی حالت میں آج موجود نہیں ہے، یہاں تک کہ جن پیغمبروں کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے اور جن پر ہمارا ایمان ہے، ان کی زندگی کے بھی محض چند واقعات آج روشنی میں ہیں؛ بلکہ اگر قرآن مجید میں ان کا ذکر نہ ہوتا، تو تاریخی طور پر ان کی تصدیق بھی دشوار ہوتی؛ لیکن جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر چوں کہ نبوت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے اور قیامت تک انسانیت آپ ہی کے نبوت کے سایہ میں رہے گی، اس لئے من جانب اللہ آپ کی پوری زندگی تاریخ کی روشنی میں ہے اور آپ کے فرمودات ومعمولات اس طرح محفوظ ہیں کہ زندگی کا کوئی گوشہ اندھیرے میں نہیں ہے، اس لئے حدیث کی حفاظت دراصل قرآن کی حفاظت اور رسول اللہ ﷺ پر ختم نبوت کا لازمی تقاضہ ہے۔

حدیث کی نقل وروایت کی خدمت اس کے ابتدائی عہد میں جس طرح عربوں نے کی، اسی طرح اس کے جمع وتدوین اور اس فن کو اوجِ کمال تک پہنچانے کا سہرا زیادہ تر ایرانی نژاد علماء کے حصہ میں آیا، پھر مصر وشام اور فلسطین ویمن کے علاقوں سے اُٹھنے والے اہل علم نے اس فن کی آبیاری میں حصہ لیا ہے، اسی طرح ہندوستان گو جزیرۃ العرب سے دور دراز کا علاقہ ہے؛ لیکن اسے یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں ہی یہاں سے اہل ایمان کا قافلہ حجاز مقدس پہنچ چکا تھا اور بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی ہندوستان کے ساحلی علاقہ پر اسلام کی روشنی پہنچ گئی تھی، اس دیار نے جہاں مختلف اسلامی اور عربی علوم کی خدمت کی ہے، وہیں حدیث نبوی کی خدمت میں بھی اس کا نمایاں حصہ رہا ہے۔

برصغیر کا علم حدیث سے قدیم رابطہ رہا ہے، یہاں حضرت عمر کے عہد سے ہی صحابہ اور تابعین کا ورود شروع ہو گیا تھا، عہد فاروقی میں پانچ صحابہ، عبداللہ بن عبداللہ بن عتیق انصاری، عاصم بن عمرو تمیمی (جو فتح عراق میں حضرت خالد بن ولید کی فوج میں شامل تھے)، قبیلۂ بنو عبدالقیس کے صحار بن عبدی، سہیل بن عدی اور حکم بن ابی العاص ثقفی کا ذکر ملتا ہے، اس طرح حضرت عثمان غنی کے عہد میں عبید اللہ بن معمر تمیمی مدنی، عبدالرحمٰن بن سمرہ (جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے) اور حضرت امیر معاویہ کے عہد میں سنان بن سلمہ ہذلی، جو سندھ تشریف لائے، ان میں

بعض حضرات کے راویان حدیث میں شامل ہونے کی صراحت ملتی ہے، اور عمومی طور پر صحابہ کی تربیت اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کہیں بھی اور کسی بھی نسبت سے پہنچتے، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے۔

اس عہد کے بعد موسیٰ بن یعقوب ثقفی — جو محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ آئے تھے — یزید بن ابی کبشہ سکسکی دمشقی — جن کو سلیمان بن عبدالملک نے محمد بن قاسم کی جگہ مقرر کیا — تابعی تھے اور ماہرین رجال نے ان کو ثقہ راوی شمار کیا ہے، بخاری میں بھی ان کی روایت ہے، مفضل بن ابی صفراء، ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری — جن کے تلامذہ میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے محدثین ہیں — عمرو بن سفیان ثوری، ربیعہ بن صبیح بصری، جو حسن بصری کے شاگرد تھے اور جن کو اسلام میں پہلا مصنف قرار دیا گیا ہے، جیسے اہل علم اور علماء حدیث پہلی اور دوسری صدی ہجری میں وارد ہند ہوئے، پھر سندھ کے شہر دیبل اور سندھ ہی میں محمد بن قاسم کے قائم کئے ہوئے شہر منصورہ کو مشرق میں اشاعت علم حدیث کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی اور اس وقت سے یہاں علم حدیث کی خدمت کا تسلسل قائم رہا۔

عام طور پر علماء ظاہر اور علماء باطن میں چشمکیں رہتی ہیں؛ لیکن ہندوستان میں صوفیاء کی خدمت کا ایک امتیازی پہلو یہ رہا ہے کہ دہلی اور اس کے مشرق ومغرب کے علاقوں میں علم حدیث کی نشر واشاعت صوفیاء اور ان کی خانقاہوں سے ہوئی، شاہ نظام الدین اولیاء (جن کے فیض کا دائرہ دور دور تک وسیع تھا) نے اپنی شہرت ومقبولیت کے عروج کے زمانہ میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے مولانا کمال الدین زاہد کا تلمذ اختیار کیا اور ان سے ''مشارق الانوار'' پڑھی، جو تدریسی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں مقبول ترین کتاب تھی، حدیث کی وجہ سے وہ صلاۃ جنازہ علی الغائب، قراءۃ فاتحہ خلف الامام اور سماع کے مسئلہ میں فقہاء احناف سے اختلاف رکھتے تھے، آپ کے شاگردوں میں شمس الدین اودھی ہیں، جنھوں نے مشارق الانوار کی شرح لکھی تھی، فخر الدین دہلوی ہیں، جن کی تالیف ''**کشف القناع عن وجوہ السماع**'' کا مخطوطہ اب بھی موجود ہے، ''تاریخ فیروز شاہی'' کے مصنف فیروز شاہ برنی، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اور سید محمد گیسودراز، جنھوں نے مشارق الانوار کی شرح بھی لکھی اور فارسی میں اس کا ترجمہ بھی کیا، نیز معروف فقیہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی آپ کے تلامذہ میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

شیخ نظام الدین اولیاء سے بھی بڑھ کر جنھیں علم حدیث میں شہرت حاصل ہوئی، وہ مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی شخصیت ہے، انھوں نے سونار گاؤں میں اپنے استاذ اور خسر ابوتوامہ حنبلی کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی، ان کے مکتوبات اور تصوف سے متعلق تالیفات میں کثرت سے احادیث منقول ہیں اور کہا جاتا ہے کہ پورے ہندوستان میں سب سے پہلے انھوں نے ہی صحیحین کی تعلیم شروع کی، ان کے شاگردوں میں شیخ مظفر بلخی، حسین بن معز بہاری اور احمد لنگر دریا علم حدیث کی نشر واشاعت اور تصنیف وتالیف میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔

تیسری شخصیت سید علی ہمدانی کی ہے، جن کے ذریعہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت بھی ہوئی اور درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع ہوا، انھوں نے ''**السبعین فی فضائل امیر المومنین**'' (جو اہل بیت کے فضائل میں ہے) اور ''اربعین فی الحدیث''، لکھی، ان کے شاگردوں میں سید جلال الدین اور قاضی حسین شیرازی قابل ذکر ہیں، قاضی شیرازی ہی نے بابا رتن ہندی سے متعلق احادیث جمع کیں، جو صحابی رسول ہونے کا مدعی تھا — چوتھی شخصیت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی ہے، ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے محدث جمال الدین کے علاوہ سید جلال الدین بخاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ثانی الذکر بھی قراءۃ فاتحہ خلف الامام اور صلوٰۃ جنازہ علی الغائب کے سلسلے میں شاہ نظام الدین اولیاء کے نقطۂ نظر پر تھے، اس طرح ہندوستان میں اشاعت حدیث کے سلسلے میں صوفیاء کا بڑا اہم حصہ رہا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض بڑے بڑے محدثین جو عالم عرب میں اپنے عہد میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ خود ہندوستان میں وارد ہوئے یا ہندوستان سے جا کر وہاں کسب فیض کر کے واپس آئے، حافظ ابن حجر عسقلانی سے براہ راست استفادہ کرنے والوں میں ہمیں یحییٰ بن عبدالرحمٰن ہاشمی شافعی کا نام ملتا ہے، جن کے علم کا فیض گلبرگہ سے جاری ہوا اور ایک واسطہ سے تلمذ حاصل کرنے والوں میں جنوبی ہند کے مشہور عادل حکمراں محمود گاواں ہیں، جنھوں نے ایک عظیم الشان مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی، اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن سخاوی کے شاگردوں میں ابوالفتح بن رضی مکی، احمد بن صالح عمر بن محمد دمشقی، عبدالعزیز بن محمود طوسی شافعی، وجیہ الدین محمد مالکی، حسین بن عبداللہ کرمانی اور جمال الدین محمد جو بحرق کے نام سے معروف تھے، نیز رفیع الدین صفوی کا تذکرہ ملتا ہے، جن میں سے زیادہ تر شخصیتیں دکن کی مختلف مسلمان سلطنتوں میں فروکش تھیں، یہ سب براہ راست علامہ سخاوی کے شاگرد تھے — علامہ ابن حجر ہیثمی کے تلامذہ شیخ عبداللہ عیدروسی، ابوالسعادہ محمد فاکہی حنبلی، میر مرتضیٰ شریف شیرازی اور محمد میر کلاں محمد سعید بن مولانا خواجہ ہیں، جو محدث اکبرآبادی کے نام سے معروف تھے، اول الذکر دونوں بزرگوں کا علمی مرکز گجرات میں قائم ہوا اور ثانی الذکر دونوں شخصیتوں کا آگرہ میں، اس طرح مشہور دبستانِ حدیث جو عالم اسلام میں پائے جاتے تھے، ان کا فیض ہندوستان تک پہنچا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جس کے مختلف خطوں میں درس حدیث کی گونج رہی ہے، سندھ کو تو اس میں اولیت حاصل ہے ہی؛ لیکن دکن، گجرات، دہلی، جونپور، بہار، بنگال، لکھنؤ، لاہور اور مالدہ وغیرہ کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے اور ہندوستان کی خاک سے متعدد ایسی شخصیتیں اُٹھتی رہی ہیں، جن کے علم کی روشنی نے عالم اسلام کو بھی منور کیا ہے، ان میں شیخ علی متقیؒ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، شیخ علی متقی (متوفی: ۹۷۵ھ) نے احادیث پر متعدد کتابیں مرتب کی ہیں، جن میں ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' کو

ایسی عالمگیر شہرت و پذیرائی حاصل ہوئی، جو کم کتابوں کے حصہ میں آئی، اس کے علاوہ انھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر ''الجامع الصغیر'' اور زیادۃ الجامع الصغیر کا مجموعہ بھی ''منہاج العمال'' کے نام سے مرتب کیا تھا، جواب تک مخطوطہ کی شکل میں ہے، اس دبستانِ درس کی شخصیتوں میں شیخ ابوالحسن سندھی (متوفی: ۱۱۳۸ھ) محشی صحاح ستہ ہیں، جنھوں نے پہلی بار مسند احمد کی شرح لکھی اور جواب تک تشنۂ طبع ہے، ان کے صاحبزادے علامہ محمد حیات سندھی، علامہ ابوطیب سندھی جن کی شرح جامع ترمذی پر ہے، اور ''عقود الجواہر المنیفہ فی اصول ادلۃ مذہب ابی حنیفہ'' کے مصنف علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی (متوفی: ۱۲۰۵ھ) اور علامہ محمد عابد سندھی (متوفی: ۱۲۵۷ھ) جنھوں نے مسند امام ابی حنیفہ کی ''المواہب اللطیفہ'' کے نام سے شرح لکھی ہے، نیز بلوغ المرام کی شرح بھی تالیف فرمائی ہے، اسی درسگاہ کے کواکب وانجم ہیں۔

شیخ کے شاگرد علامہ طاہر پٹنی حنفی کو علم حدیث کی خدمت میں جو شہرت حاصل ہوئی، وہ محتاجِ اظہار نہیں، ان کی تالیفات ''المغنی فی ضبط الرجال، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات والضعفاء، مجمع بحار الانوار'' مطبوعہ ہیں اور ''اسماء الرجال'' مخطوطہ کی شکل میں خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے، ان ہی علماء میں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ہیں، جنھوں نے مختلف موضوع کی تیئس کتابوں پر شرحیں اور حواشی لکھے ہیں، ہندوستان کے محدثین میں ایک زندہ و پائندہ نام علامہ حسن صنعانی لاہوری (متوفی: ۵۶۰ھ) کا ہے، جنھوں نے علوم اسلامی کی تحصیل کے لئے حجاز اور عراق کے بکثرت اسفار کئے، انھوں نے احادیث موضوعہ پر قلم اُٹھایا، جو رسالۃ الموضوعات کے نام سے چھپ چکا ہے، مشارق الانوار کے نام سے (۲۲۵۳) احادیث کا بخاری و مسلم سے انتخاب کیا، یہ کتاب ایک زمانے تک ہندوستان کے تدریسی اُفق پر چھائی رہی اور اس کو تشریح و ترجمہ کے اعتبار سے بھی اہل علم کی بڑی توجہ حاصل ہوئی، ان کی فہرست تصانیف میں رجال پر ''کتاب الضعفاء والمتروکین'' کے نام سے بھی ایک کتاب کا نام ملتا ہے۔

ہندوستان میں علم حدیث کی تدریس وتالیف کو فروغ دینے والی ایک نہایت اہم شخصیت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے، جنھوں نے ہندوستان میں ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے درس کو رواج دیا اور اس کی شرح عربی میں ''**لمعات التنقیح**'' اور فارسی میں ''**اشعۃ اللمعات**'' کے نام سے لکھی، آپ کی ایک اہم تالیف ایام ولیالی کے فضائل اور اعمال سے متعلق ''ما ثبت بالسنۃ'' کے نام سے مطبوعہ ہے، شاہ عبدالحق صاحب نہ صرف خود حدیث کا درس دیا اور تالیف وتصنیف کے ذریعہ علم حدیث کی خدمت کی؛ بلکہ ایک ایسی درسگاہ کی بنیاد رکھی، جس سے بہت سے اہل علم نے استفادہ کیا اور بڑے بڑے محدثین وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے، جن میں خود شیخ کی اولاد واحفاد میں شیخ نورالحق ہیں، جن کی بخاری پر ''تیسیر القاری'' کے نام سے پانچ جلدوں میں ایک جامع شرح چھپ چکی ہے، اور اسی خاندان کے ایک اور بڑے عالم سلام اللہ محدث رام پوری ہیں، مؤطا امام مالک پر عربی زبان میں ان کی شرح ''المحلی

باسرار الموٴطا'' کے نام سے مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے، شیخ عبدالحق کی درسگاہ سے استفادہ کرنے والوں میں بابا داوٴدمشکاتی کشمیری بھی ہیں، جن کو پوری مشکوٰۃ حفظ تھی، ان ہی میں میر غلام علی آزاد بلگرامی بھی ہیں، جومشہور مصنف، موٴرخ اور فارسی کے ادیب تھے، جن کی تالیفات میں ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' (مطبوعہ ۱۳۰۳ھ) اور ہندوستان سے متعلق احادیث پر ''**شمامة العنبر فی ماورد فی الهند عن سید البشر**'' کوخاص طور پر شہرت حاصل ہوئی۔

شاہ عبدالحق صاحب کے بعد جس شخصیت نے ہندوستان میں باضابطہ درسگاہ حدیث کی بنیاد رکھی اورحدیث کے فیض کو دور دور تک پہنچایا، وہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں، جنھوں نے حجاز کا سفر کیا اور وہاں سے حدیث کا تحفہ لے کر آئے، اس وقت ہندوستان کی علمی فضا پر معقولات کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، انھوں نے ہندوستان واپس آکر موٴطا امام مالک، صحاح ستہ، مسند دارمی اور مشکوٰۃ کا درس شروع کیا، شاہ ولی اللہ صاحب کے شاگردوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا محمد عاشق پھلتی، خواجہ امین ولی اللہی، مولانا خیر الدین سواتی اور مولانا بشیر الدین مرادآبادی جیسے نابغہٴ روزگار علماء شامل ہیں، جن کے ذریعے پورے ہندوستان میں حدیث کی نشر واشاعت ہوئی اور درس حدیث کی ایک نئی تحریک نے جنم لیا، شاہ عبدالعزیز صاحب سے استفادہ کرنے والوں میں شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور شاہ محمد اسحٰق جیسے اہل علم ہوئے، دیوبند اور سہارنپور کا سلسلہ حدیث شاہ محمد اسحٰق صاحب اور شاہ عبدالغنی صاحب سے مربوط ہے، اور شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کے ایک اور شاگرد میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی سے اہل حدیث مکتبہ فکر کا رشتہ جڑا ہوا ہے، اس طرح اس وقت برصغیر میں حدیث کے جو مدارس ہیں، ان سب کا سلسلہٴ نسب شاہ عبدالعزیز صاحب سے ملتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے بعد ہندوستان کے آسمان علم وتحقیق پر نیر تاباں بن کر طلوع ہونے والی شخصیات میں غالباً سب سے نمایاں نام مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھنوی کا تھا، وہ علوم اسلامی کی جامعیت، حدیث وفقہ میں یکساں تبحر اور تقلید کے ساتھ ساتھ تحقیق اور فکر ونظر میں عدل واعتدال کا ایسا نمونہ ہیں، جن کو شاہ ولی اللہ صاحب کی فکر کا عکس جمیل قرار دیا جاسکتا ہے، وہ بنے بنائے راستہ پر قناعت کرنے کے بجائے نئے راستے بنانے کی صلاحیت رکھتے تھے اور ابداعی فکر کے مالک تھے، انھوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، حدیث کے رد وقبول کے سلسلے میں سند کے علاوہ دوسرے قرائن اور وجوہ درایت کی اہمیت کو انھوں نے بڑی قوت کے ساتھ اور مدلل طور پر پیش کیا، اس سلسلے میں ''الرفع والتکمیل'' اور ''الاجوبۃ الفاضلۃ'' اُصولِ حدیث کے پورے کتب خانے میں امتیازی حیثیت کی حامل کتابیں ہیں، جو بعد کے اہل علم کے لئے سرمہٴ چشم بنیں؛ اسی لئے ممتاز محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی جو توجہ مولانا لکھنوی کی تالیفات کو حاصل ہوئی، شاید ہی کسی اور عالم کے حصہ میں آئی ہو۔

اسی دور میں ہندوستان میں ایک دوسری شخصیت نواب صدیق حسن خاں کی ابھری، جو اس دیار میں مسلک اہل حدیث کے مؤسسین میں ہیں؛ البتہ ان کے یہاں اعتدال اور ائمہ متبوعین کا پورا احترام بھی ہمیں نظر آتا ہے، فقہ الحدیث پر ان کی تالیف ''نزل الابرار'' کے علاوہ ان کی اور بھی متعدد کتابیں ملتی ہیں اور خاص طور پر انھوں نے ہندوستان میں علامہ شوکانی کے علوم وافکار کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے، اس موقعہ پر علامہ شوکانی کے ایک تلمیذ رشید محدث حسین بن محسن انصاری یمانی کا ذکر بھی مناسب ہوگا، جو اپنے عہد کے مشہور اساتذۂ حدیث میں تھے، بڑے بڑے اہل علم خاص کر دار العلوم ندوۃ العلماء کے اکابر نے ان سے استفادہ کیا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی ان سے استفادہ کرنے والوں میں ہیں، ان کی تالیف ''**التحفة المرضية فی حل بعض المشكلات الحديثية**'' نقدِ حدیث کے موضوع پر بڑی اہم کتاب ہے، جس میں دوسری بحثوں کے بہ شمول حدیث کے ردوقبول میں ''تلقی بالقبول'' کی اہمیت پر بڑی چشم کشا گفتگو کی گئی ہے۔

مدارس حدیث کی جہد مسلسل ہی کا نتیجہ ہے کہ حدیث کے موضوع پر اُردو فارسی کے علاوہ عربی زبان میں بھی ہمیں علماء ہند کی تصنیفات کا ایک بڑا ذخیرہ نظر آتا ہے؛ چنانچہ متونِ حدیث کو جمع کرنے میں شیخ علی متقی ہندی کی ''کنز العمال''، ایسی شہرہ آفاق اور جامع تالیف ہے، جس کی شہرت ذکر وتعارف سے ماوراء ہے، پھر ماضیِ قریب میں مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کی ''آثار السنن''، مولانا ظفر احمد عثمانی کی ''اعلاء السنن'' اور مولانا عبداللہ شاہ محدثِ دکن کی ''زجاجۃ المصابیح''، حنفی نقطۂ نظر سے احکام حدیث کے ایسے جامع اور وقیع مجموعے ہیں، جن کی عالم اسلام کے علماء نے بھی داد دی ہے۔

شروح حدیث میں بخاری پر مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حواشی، مولانا رشید احمد گنگوہی کی ''لامع الدراری''، مولانا انور شاہ کشمیری کی ''فیض الباری''، مسلم پر مولانا شبیر احمد عثمانی کی ''فتح الملہم، سنن ابی داؤد پر مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی ''عون المعبود'' مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی ''بذل المجھود'' اور مولانا سید انور شاہ کشمیری کی ''انوار المحمود''، سنن ترمذی پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا انور شاہ کشمیری کی ''العرف الشذی'' مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ''معارف السنن'' اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی ''الکوکب الدری''، سنن نسائی پر مولانا رشید احمد گنگوہی کی ''الفیض السماوی'' اور مؤطا امام مالک پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ''المسوی''، نیز مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی مفصل شرح ''اوجز المسالک''، مؤطا امام محمد پر مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کی ''التعلیق الممجد''، امام ابو یوسف کی کتاب الآثار پر مولانا ابوالوفاء افغانی کی ''تعلیقات''، امام محمد کی کتاب الآثار پر مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری کی ''قلائد الازہار'' نیز سنن دارقطنی پر مولانا شرف الدین عظیم آبادی کی التعلیق المغنی اور شرح معانی الآثار پر مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی امانی الاحبار وغیرہ نہایت اہم تالیفات ہیں۔

اُصولِ حدیث کے موضوع پر مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی کی ''ظفر الامانی علی مختصر الجرجانی''، شاہ عبدالحق صاحب کا ''مقدمہ فی اصولِ الحدیث''، از روئے درایت نقد حدیث کے سلسلے میں مولانا لکھنوی کی ''الرفع والتکمیل'' اور ''الاجوبۃ الفاضلۃ'' کے علاوہ اعلاء السنن پر مولانا ظفر احمد عثمانی کا، فتح الملہم پر مولانا شبیر احمد عثمانی کا، تحفۃ الاحوذی پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا، اوجز المسالک پر مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا اور لامع الدراری پر مولانا محمد عاقل سہارنپوری کا مقدمہ بلند پایہ تحریریں ہیں، اسی طرح محدث یمانی کی التحفۃ المرضیہ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کی بعض تالیفات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

رجال کے سلسلے میں علامہ پٹنی کی ''المغنی فی ضبط الاسماء'' کے علاوہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ''الاکمال فی اسماء الرجال'' اور طحاوی کے رجال پر مولانا محمد ایوب سہارنپوری کی ''تراجم الاحبار'' وغیرہ اہم تالیفات ہیں، اسی طرح تخریج حدیث میں مولانا حبیب اللہ مختار کی ترمذی کی احادیث الباب پر ''کشف النقاب'' ایک مفید ترین کام ہے، جو افسوس کہ مکمل نہیں ہو پایا۔

یہ تو ان تالیفات میں سے کچھ اہم کتابوں کا ذکر ہے، جو عربی زبان میں لکھی گئی ہے؛ لیکن برصغیر میں اُردو زبان میں بھی حدیث کے موضوع پر ایک پورا کتب خانہ وجود میں آچکا ہے، جس میں متونِ حدیث کے ترجمے بھی ہیں، صحاح ستہ اور حدیث کی بعض اور کتابوں کی مختصر، متوسط اور تفصیلی شرحیں (جو زیادہ تر دروس کے مجموعے ہیں) بھی ہیں، اُصولِ حدیث پر بھی مختصر اور مفصل مستقل کتابیں اور عربی کی اہم کتابوں کے ترجمے موجود ہیں، حدیث کے انکار کے فتنے کی بیج یوں تو مستشرقین نے بوئی اور اس کا پہلا اثر مصر کی بعض مغرب زدہ شخصیتوں نے قبول کیا؛ لیکن یہ فتنہ تقریباً اسی دور میں ہندوستان میں بھی پہنچ گیا اور یہاں بعض معروف شخصیتیں اس گمراہی کا شکار ہوئیں، اس پس منظر میں حدیث کی حجیت، عہد نبوی اور عہد صحابہ میں حدیث کی کتابت اور حدیث کے استناد واعتبار پر علماء نے پوری تحقیق، بصیرت، دینی حمیت اور سلف صالحین کے نقطۂ نظر پر استقامت کے ساتھ نہ صرف قلم اٹھایا؛ بلکہ اس پر پورا کتب خانہ تیار کردیا اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ اس جہت سے علماء ہند کی خدمات عالم عرب سے بھی زیادہ وقیع ہیں، اس سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

روایات کی سند ومتن اور نقد ودرایت کی جہتوں سے تنقیح وتحقیق کے سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی اور ان کے تلمیذ سعید علامہ سید سلیمان ندوی کی کوششیں ایک حد تک اس وقت تک کی ان تالیفاتِ سیرت پر بھی بھاری ہیں، جو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔

حدیث کی متعدد اہم تالیفات وہ ہیں، جن پر تحقیق وتعلیق کی خدمت علماء ہند نے انجام دی ہے، اس سلسلے

میں ''مسند امام اعظم''، امام ابو یوسف اور امام محمد کی ''کتاب الآثار، مصنف عبدالرزاق، مسند ابو یعلی اور سنن سعید بن منصور''، پر علماء ہند کی علمی کاوشیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور ہندوستان میں مولانا ابوالوفاء افغانی اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی خدمات اس سلسلہ میں ناقابل فراموش ہیں، نیز عصر حاضر میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی اور مولانا ابواللیث خیر آبادی وغیرہ خدمت حدیث کے سلسلہ میں عالمی سطح پر معروف ہیں اور ان کی تصنیفات کو عالم عرب میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

ان خدمات کے مختصر اور سرسری ذکر کا مقصد تفاخر اور محض تاریخ کے صفحات کو الٹانا نہیں ہے؛ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نئی نسل کے سامنے اپنے بزرگوں کا کارنامہ رہے؛ کیوں کہ قومیں ماضی کے آئینہ میں اپنے مستقبل کو سنوارتی ہیں اور بزرگوں کے نقش قدم پر آئندہ کا سفر طے کرتی ہیں، پس اللہ تعالیٰ خادمین دین کے اس قافلہ کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور ہمیں اپنے دین اور علم دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات! اس وقت ہم جس خطہ میں آپ کا استقبال کر رہے ہیں یعنی سرزمین دکن، یہ علم حدیث کے اہم مراکز میں رہا ہے، برہان پور، گلبرگہ، بیجاپور، بیدر اور احمد نگر وغیرہ میں سنی مسلم حکومتوں نے محدثین کی بڑی پذیرائی کی، اور انھیں تدریس وتصنیف کے ذریعہ اس علم کی آبیاری کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کیا ہے، جن میں سے بعض کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، ماضی قریب میں بھی دکن خاص کر حیدرآباد کا حدیث کی نشر واشاعت میں بڑا حصہ رہا ہے، یہیں دائرۃ المعارف العثمانیہ سے پہلی بار ''کنز العمال، سنن بیہقی، کتاب الانساب للسمعانی، کتاب الثقات لابن حبان، مشکل الآثار للطحاوی''، وغیرہ جیسی عظیم کتابیں طبع ہوئیں، اور اہل علم کو ان سے استفادہ کا موقع ملا، اسی طرح مولانا ابوالوفاء افغانی کے قائم کردہ ادارہ ''لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ'' کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، جس سے امام ابو یوسف اور امام محمد کی ''کتاب الآثار''، وغیرہ شائع ہوئیں، صحاح ستہ (سوائے سنن ترمذی) کے مترجم اور مفردات حدیث پر عربی اُردو لغت کے مؤلف نواب وحید الزماں حیدرآبادی کا قیام اسی شہر میں تھا اور وہ یہیں کی آغوش میں پروان چڑھے، مولانا شبیر احمد عثمانی کی فتح الملہم کی تالیف میں سابق حکومت حیدرآباد ہی نے مالی تعاون کا تحفہ پیش کیا اور بحمد اللہ اس وقت بھی اس دیار میں تدریس وتالیف اور تحقیق وتعلیق کی صورت میں علم حدیث کی خدمت جاری ہے اور متعدد ایسی درسگاہیں ہیں، جہاں صحاحِ ستہ کا درس ہوتا ہے اور لڑکیوں کے لئے تو دورۂ حدیث تک تعلیم کی درسگاہیں ایک درجن سے زیادہ ہیں۔

حضرات! المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد جہاں اس وقت آپ تشریف فرما ہیں، ایک نو قائم شدہ ادارہ ہے، جس کے قیام پر صرف دس سال پورے ہوئے ہیں، اس کا بنیادی مقصد مختلف اسلامی علوم اور دینی خدمتوں میں بہتر اور باصلاحیت افراد کی تیاری، نیز علماء کو انگریزی زبان اور عصر حاضر کے علوم سے اس حد تک آشنا کرنا کہ وہ زیادہ

بہتر طور پر اسلام کی ترجمانی اور تشریح کرسکیں، تفسیر وحدیث، فقہ اور عصر حاضر میں اسلام کے بارے میں پیدا کی جانے والی غلط فہمیوں کے موضوعات پر تحقیق، غیر مسلم بھائیوں میں دعوتِ اسلام کی کوشش اور دعوت کی عملی جدوجہد اس کے مقاصد میں شامل ہیں، اور یہ ادارہ بتدریج اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اس کا ایک اہم شعبہ حدیث کا بھی ہے، یہاں فقہ حنفی کی معروف کتاب ''بدائع الصنائع'' کی احادیث کی تخریج کا کام پانچ جلدوں میں ہوا ہے، ایک اہم مخطوطہ ''الادلۃ الشریفہ علی مذہب ابی حنیفہ''، علامہ سیوطی کی ''**العرف الوردی فی احادیث المہدی** ''اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی تخریج بھی عمل میں آئی ہے، ایک فاضل نے اُردو زبان میں حدیث کے سرمایہ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، اور سن دو ہزار تک کی کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے، جن احادیث پر عقلی جہت سے اہل مغرب اعتراض کرتے ہیں، ان پر بھی کام کرایا گیا ہے، موضوع روایات پر اُردو زبان میں ایک تفصیلی مقالہ مرتب ہوا ہے، جس میں وضع حدیث کی تاریخ، علامات، موضوع روایات سے متعلق کتابیں اور زبان زد موضوع روایات کا ذکر کیا گیا ہے اور اُردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی تفصیلی کتاب ہے، اسی طرح ایک فاضل نے حدیث کی جمع وتدوین کے سلسلے میں مستشرقین اور مستغربین کے اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، ایک اور فاضل نے ان مرویات کو جمع کیا ہے، جن میں عہد نبوی اور عہد صحابہ میں کتابت حدیث کا ذکر ہے، یہ مکررات کو حذف کرنے کے بعد حدیثیں ہیں، جو غالباً اس موضوع پر اب تک جمع کی گئی روایتوں میں سب سے زیادہ ہے، ایک فاضل نے ''علماء دیوبند کی خدمات حدیث'' اور ایک اور فاضل نے احناف کی کتب حدیث پر کام کیا ہے، اس وقت طحاوی کی ''**شرح معانی الآثار** '' پر احادیث کی تخریج اور رجال کی تحقیق کا کام بھی ہورہا ہے اور علامہ ابن رشد قرطبی مالکی کی ''مختصر شرح معانی الآثار'' پر بھی — جو ابھی مخطوطہ کی شکل میں ہے — کوشش کی جارہی ہے کہ حدیث کی اس اہم کتاب کی شایانِ شان خدمت کی جائے۔ **وباللہ التوفیق وھو المستعان** .

معہد میں مختلف موضوعات پر محاضرات وسیمینار اور ورکشاپ کا اہتمام ہوتا رہتا ہے، اس سال بھی تربیت قضاء، اسلامی فینانس، طریقۂ تعلیم، فلکیات، طب سے متعلق وہ مباحث جن سے احکام شرعیہ متعلق ہیں، وغیرہ پر ورکشاپ منعقد ہوئے ہیں، اتفاق سے حدیث کے موضوع پر کم پروگرام رکھے جاسکے ہیں، اس لئے اس وقت اُصولِ حدیث اور تخریج حدیث پر اس ورکشاپ کا انعقاد بڑی مسرت اور اس سے بڑھ کر سعادت کی بات ہے، جو علم وادب کی اس بستی کو حاصل ہورہی ہے، ہم سب کے شکریہ وامتنان کے مستحق ہیں، ڈاکٹر محی الدین محمد عوامہ حفظہ اللہ، جو خود بڑے فاضل ہیں اور ان کے والد ماجد محدث العصر شیخ محمد محمد عوامہ حفظہ اللہ (تلمیذ رشید فقیہ ومحدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نور اللہ مرقدہ) ہیں، جن کی محدثانہ کاوشیں محتاج اظہار نہیں اور شیخ عبدالفتاح تو علماء ہند کے لئے ہمیشہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور رہے ہیں، وہ خود اپنے عہد کے محدث کبیر علامہ زاہد الکوثری کے شاگرد تھے، اس

طرح یہ علمی زنجیر سلسلۃ الذہب کی حیثیت رکھتی ہے، ہمارے مہمان معزز اسی زنجیر کی ایک کڑی ہیں اور انھیں براہ راست یا بالواسطہ ان بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا ہے، وہ ایمان و روحانیت اور علم وادب کی سرزمین شام کے رہنے والے ہیں اور اس وقت حرم مدنی میں قیام پذیر ہیں اور ہماری حقیر دعوت پر یہاں تشریف لائے ہیں، دُعاء ہے کہ اللہ ان کے علم وعمل اور صحت وحیات میں خوب خوب برکت عطا فرمائے اور انھیں اپنے والد محترم کا مکمل جانشین بنائے۔

حضرات! ہم اس اہم موقع پر آپ حضرات کے بھی شکر گذار ہیں کہ تدریسی اعتبار سے ایسے اہم اور نازک وقت میں آپ نے ہماری حقیر دعوت پر لبیک کہا اور یہاں تشریف لائے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ ورکشاپ اپنے مقصد میں کامیاب اور ثمر آور ہوگا اور ہمارے نوجوان فضلاء اور اساتذہ میں علم وتحقیق کا نیا حوصلہ پیدا کرنے کا باعث بنے گا، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر قائم رکھے اور اپنی منہیات سے بچائے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم .

○ ○ ○